سیدہ اُمّ ذوالکفل رحمۃ اللہ علیہا

’’میرا مُنّا‘‘ ......! سید محمد ذوالکفل بخاری رحمۃ اللہ علیہ

’بھائی سید محمد ذوالکفل بخاری رحمہ اللہ کو جنت المعلیٰ مکہ مکرمہ کے احاطۂ بنی ہاشم میں محوآرام ہوئے چار برس (۱) بیت گئے۔
والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا نے یہ تأثراتی مضمون اُن کی شہادت پر لکھا تھا۔حتی کہ وہ بھی گزشتہ سال آخرت کو سدھار گئیں (۲)
اس مضمون کی اشاعت کے لیے مرحوم بھائی اور والدہ ماجدہ رحمہا اللہ کی یاد تازہ کرنے کی ایک کوشش کی گئی ہے‘‘ (کفیل)

محمد کفیل کہتا ہے: ’’امی! مُنّے کی یاد میں کچھ لکھیں۔‘‘ میں نے کہا: ’’بیٹا! میں مُنّے پر کیا لکھوں؟ میرے بس میں ہی نہیں، مجھ سے نہیں لکھا جاتا، حوصلہ ہی نہیں ہوتا، ہمت کرتی ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں اور اَنگ اَنگ دُکھنے لگتا ہے۔ صبر کرتی ہوں مگر آنسوؤں پر اختیار نہیں۔‘‘

حضور خاتم النبیین، رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے لختِ جگر حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پُر نور آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہوگئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا میرے بیٹے، میں تیری جدائی میں بہت مغموم ہوں۔

میرے دکھی اور زخمی دل میں اب مُنّے کی یادیں ہی تو باقی رہ گئی ہیں یا پھر اس کی چلتی پھرتی اور جیتی جاگتی دو معصوم یادگاریں۔ عطاء المکرم اور عطاء المنعم، جنھیں دیکھ کر میں اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر لیتی ہوں اور جن کی باتیں سن کر دل کو سکون مل جاتا ہے۔ مُنّے کی یاد رہ رہ کر ستاتی ہے، اک ہُوک دل سے اٹھتی ہے اور مجھے بے چین کر دیتی ہے۔ بھائی جان (مولانا سید ابوذر بخاری رحمتہ اللہ علیہ) کے بچپن کی ایک کاپی میں یہ شعر پڑھا تھا جو سو فیصد میرے مُنّے پر منطبق ہوتا ہے:

مُغاں مجھ مست بِن پھر خندۂ قُلقُل نہ ہووے گا
مۓ گلگوں کا شیشہ ہچکیاں لے لے کے رووے گا

سید محمد ذوالکفل بخاری، میرا تو ’’مُنّا‘‘ ہی تھا۔ اُس کا بچپن، لڑکپن اور جوانی سب میرے سامنے ہے۔ جامعہ خیر المدارس میں میرا قیام تقریباً پچیس برس رہا۔ ہمارے گھر سے مُتّصل پرائمری سکول تھا جہاں مُنّے کو داخل کرا دیا۔ وہ صبح سکول جاتا اور ظہر کے بعد جامعہ کے استاذ ماسٹر محمد یوسف صاحب (رحمہ اللہ) کے پاس قرآنِ کریم پڑھنے چلا جاتا۔ نمازِ عصر پڑھ کے گھر آتا۔ میں اُسے کہتی مُنّے کھیلنے کے لیے باہر نہ جاؤ۔ اپنی بہنوں کے ساتھ گھر میں ہی کھیلو۔ اپنے دوستوں کو بھی یہیں بلالو۔ مُنّا ایسا ہی کرتا۔ ویسے بھی کھیل کی طرف اُس کی طبیعت کا رُجحان زیادہ نہ تھا۔ جو وقت بچتا وہ رسائل اور کتابوں کے مطالعے میں صرف کرتا۔ میری ہمیشہ یہی خواہش رہی کہ میرے بچے گھر میں رہیں اور باہر کے ماحول کی آلودگیوں سے محفوظ رہیں۔ مُنّے سے کہتی: تمھیں جو چیز چاہیے منگا دیتی ہوں۔ مگر میرے سامنے رہو۔

ایک روز سکول سے چھٹی کے بعد مُنّا گھر واپس نہ آیا تو مجھے بہت تشویش ہوئی۔ میں برقع پہن کر مُنّے کی تلاش میں

---

(۱) تاریخ شہادت: ۲۷/ذوالقعدہ ۱۴۳۱ھ، ۱۵/نومبر ۲۰۰۹ء (۲) تاریخ وفات: ۲۰/جمادی الاوّل ۱۴۳۳ھ، ۱۳/اپریل ۲۰۱۲ء

سکول گئی تو وہ بند ہو چکا تھا۔ پھر اُس کے ہم جماعت عزیزان خبیب اور شعیب (ابا جی کے رفیق ملک عبدالغفور انوری رحمتہ اللہ علیہ کے نواسے) کے گھر گئی تو اُن بچوں نے بتایا کہ مُنّا اپنے سکول ماسٹر کے کسی کام سے اُن کے گھر گیا ہے۔ میں نے واپسی پر مدرسہ کے بچوں سے بھی پوچھا کہ تم نے کہیں مُنّا تو نہیں دیکھا؟ مگر انھوں نے بھی نفی میں جواب دیا۔ میں واپس گھر پہنچی تو کچھ دیر بعد مُنّا بھی آ گیا۔ وہ میرے پاس بیٹھ کر رونے لگا۔

میں نے کہا:

''ماں صدقے! کیوں روتے ہو؟ کیا ہوا میرے لال کو؟''

کہنے لگا:

''مجھے راستے میں لڑکے ملے اور کہتے تھے تمھاری ماں تمھیں ڈھونڈ رہی تھی۔ آپ میری تلاش میں کیوں نکلی تھیں؟ آپ نے لڑکوں سے میرا کیوں پوچھا؟ مجھے اس کا صدمہ ہے۔''

یہ کہتے ہوئے مُنّا بلک بلک کر رونے لگا۔ میں نے سینے سے لگا کر پیار کیا تو وہ چپ ہو گیا۔

ٹھیک پینتیس برس بعد آج پھر مُنّے کی غم زدہ ماں، مُنّے کی تلاش میں بے قرار و مضطرب ہے۔ تب مُنّا رویا تھا اور ماں اُسے پا کر خوش ہو گئی تھی۔ آج ماں روتی ہے مگر مُنّا نہیں ملتا۔ میں ایک ایک سے پوچھتی ہوں۔ میرا مُنّا کہاں ہے؟ مُنّے کو آواز دیتی ہوں تو کوئی جواب نہیں آتا۔ مُنّا ہمیشہ کے لیے چپ ہو گیا ہے:

یاں لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں
واں اک خامشی ترے جواب میں

مُنّے نے میری تمام خواہشوں کا مکمل احترام کیا۔ پابندی سے نماز ادا کرتا، سکول، کالج اور یونیورسٹی تک تعلیم کے دوران بھی ٹوپی سر پر رکھی اور داڑھی کی سنت سے اپنے چہرے کو سجایا۔ بچپن سے شہادت تک اُس نے بڑی پاکیزہ اور فرماں برداری والی زندگی گزاری۔ اس نے تو بچپن میں بھی مجھ سے کبھی کوئی فرمائش نہیں کی۔ جو کھلایا اُس نے کھا لیا، جو پہنایا اُس نے پہن لیا اور جو کہا اُس نے مان لیا۔ اُس نے شوق سے پڑھا اور خوب پڑھا۔ علم و عمل میں کمال حاصل کیا۔ اپنے بزرگوں کا نام روشن کیا اور لوگوں کی محبتیں سمیٹتا ہوا ربِ رحیم و کریم کے حضور حاضر ہو گیا۔ گزشتہ سات برس سے وہ سعودی عرب میں تھا۔ چھے برس تبوک کے شہر اُملج میں تدریس کے فرائض انجام دیے اور ساتویں سال ارضِ مقدس مکہ مکرمہ میں آ گیا۔ ہر سال گرمیوں کی چھٹیوں میں وہ گھر آتا اور دو مہینوں بعد واپس چلا جاتا۔ جب وہ آتا دل خوشی سے باغ باغ ہو جاتا، لیکن جب واپس جاتا تو دل مٹھی میں آ جاتا۔ مجھ سے اس کی جدائی برداشت نہیں ہوتی تھی۔ حجازِ مقدس جانے سے پہلے میں نے مُنّے سے کہا کہ تمھارا بھائی محمد کفیل بوڑھا ہو رہا ہے۔ اب واپس آ کر اُس کا سہارا بنو۔ مگر اُس کے دل میں حرم کی محبت رچ بس چکی تھی۔ آخری بار مکہ مکرمہ جانے سے پہلے وہ سارا دن اپنا سامان سمیٹتا رہا۔ بار بار کوئی نہ کوئی چیز اُٹھا کر میرے سامنے سے گزرتا۔ میں اُسے دیکھ کر آنکھیں تو ٹھنڈی کرتی رہی مگر اُس کے جانے کے خیال سے دل بہت اُداس رہا۔ نمازِ جمعہ پڑھ کر گھر آیا اور رخصت ہوتے وقت حسبِ عادت گردن جھکا کر میرے پاس آ کر بیٹھ گیا، اور کہنے لگا کہ:

''امی! اب میں سال میں دو مرتبہ آپ کو ملنے آیا کروں گا۔ ایک مرتبہ یونیورسٹی کے خرچ پر اور ایک مرتبہ

اپنے خرچ پر۔ اب مجھے بہت اچھی جگہ مل گئی ہے۔''

مُنّا اب جامعہ اُم القریٰ مکہ مکرمہ میں مدرّس ہوگیا تھا۔ میں اُس کی جدائی میں اداس ضرور تھی، لیکن اِس بات کی خوشی تھی کہ اُسے حرمِ کعبہ کا قرب نصیب ہوگیا ہے۔ کیا خبر تھی کہ مُنّے سے یہ میری آخری ملاقات ہے۔ نہ جانے مُنّا اپنے ربِ کریم سے کیا مانگتا تھا۔ اُس نے کس گھڑی اپنے حسنِ خاتمہ کی دعا مانگی جو قبول ہوگئی۔ میرا مُنّا اب جنت المعلیٰ کے احاطۂ بنی ہاشم میں اُم المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے قدمین شریفین میں اپنے اجداد کے ساتھ ہمیشہ کے لیے سو گیا ہے۔

مُنّے، تمھاری بوڑھی امی تمھاری جدائی میں بہت مغموم ہے۔

شاباش آں صدف کہ چُناں پروَرَدْ گُہر
آبا نواز و مُکرِمِ ابنا عزیزِ تر

''آفرین ہے اُس سیپی پر جس کے اندر (ایسے) موتی نے پرورش پائی جو بزرگوں کا خدمت گزار تھا اور اپنے سے چھوٹوں کے نزدیک معزز اور محبوب۔''

محمد ذوالکفل ایسا ہی تھا کہ آج اُس سے بڑے اور اس سے چھوٹے سب اس کی یاد میں گریاں اور اُس کے بختِ بلند پر فرحاں ہیں۔

مُنّے نے ہمیں کبھی نہیں ستایا۔ وہ فرماں بردار بیٹا، غم گسار بھائی، اطاعت شعار شاگرد، مخلص استاد، محبت کرنے والا دوست، شفیق باپ اور حُسنِ سلوک کرنے والا خاوند تھا۔ غریب الوطنی میں شہادت کا مرتبہ ملنا اور شُرطی کا انگشتِ شہادت بلند کرکے اُس کے کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے جان، جانِ آفریں کے سپرد کرنے کی گواہی دینا اور موت کے بعد بھی اُس کی انگشتِ شہادت کا بلند رہنا، بیت اللہ میں لاکھوں حجاج کا اُس کی نمازِ جنازہ پڑھنا، جنت المعلیٰ میں دائمی ٹھکانا نصیب ہونا، اگرچہ دل کو بہت ڈھارس بندھاتے ہیں، مگر کیا کروں، صبر آتے ہی آئے گا۔ مُنّا، میرے ربِ کریم کی ملکیت تھا، سو اُس نے اپنی امانت واپس لے لی۔

ہر آنکہ زاد بِنَا چار بایدش نوشید
ز جامِ دہر مَے کُلُّ مَنْ علیہا فان

''جو شخص بھی اس دنیا میں آیا اُسے دنیا کے جام سے فنا کی شراب پینی پڑے گی۔ یعنی موت کا ذائقہ چکھنا ہوگا۔''

میں اپنے ربِ رحیم کا شکر ادا کرتی ہوں جس نے اُسے حسنِ خاتمہ کی رفعت اور مجھے صبر کی نعمت سے نوازا۔ مُنّے کے لیے میرے اداس دل سے یہی دعا نکلتی ہے کہ اللہ اُس کی قبر کو نور سے بھر دے، اُس کے مرقد پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے اور رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّة بنائے۔ آخرت کی اپنی سب نعمتیں عطا فرمائے اور لواءُ الحمد کے نیچے جگہ عطا فرمائے۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے حوضِ کوثر سے پانی نصیب فرمائے اور شہداء و صالحین کے زمرہ میں اُٹھائے۔ آمین۔

اے اللہ! آپ نے ہی عطاءالمکرم اور عطاءالمنعم کو یتیمی عطا کی ہے۔ تو آپ ہی اِن کے حافظ و محافظ اور ناصر و حامی بن جایئے اور ماحول کی آلودگیوں سے بچایئے۔ دیندار اور غمزدہ ماں کے فرماں بردار بنایئے۔ قرآنِ پاک، علومِ دین پڑھیں اور عمل کریں۔ آمین ثم آمین۔